

سرکس

ملک کے حقیقی حالات کیا ہیں، اس پر موجودہ صورتحال میں غیر جاندار بحث ممکن نہیں رہی۔ پاکستان کے سوادنیا کا کوئی ایک ملک گنواد تھے جو کوشش کر رہا ہو کہ اس نے ترقی نہیں کرنی۔ کسی بھی بین الاقوامی ادارے کی مستند ترین روپوٹ اٹھا کر پڑھ لجئے، آپ کو اپنا ملک، خاک آسودہ سائچے میں ڈھلا ہوا نظر آئے گا۔ اب تو دل نہیں چاہتا کہ کسی مستند بین الاقوامی ادارے کی کوئی بھی روپوٹ پیش کروں۔ حدد رجد گرگوں معاملات سے دل اکتا ساچکا ہے۔ معاشی ترقی پر خیر کیا بات کرنی۔ محترم شہزاد شریف، پیپلز پارٹی اور فضل الرحمن صاحب کی شرکتی حکومت نے اٹھارہ ماہ میں ہر لحاظ سے ملکی معیشت کا بھرم ختم کر دالا ہے۔ ایک مجہول سایبانیہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم نے سیاست قربان کر کے ریاست کو بچالیا ہے۔ اس نقطے پر گرد لیل سے بات کی جائے تو آپ کو ذاتی مصائب میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں کہ ملک کی معیشت دم توڑ چکی ہے۔ ڈھانی برس میں ملک میں ایک بھی نیا کارخانہ نہیں لگ سکا، صنعت کا پھیہ رک چکا ہے بلکہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب معیشت کی بحالی کے لئے کون سا ادارہ کام کرنے کی الیت رکھتا ہے، تو آج کی تاریخ میں تو شاید ایک بھی نہیں۔ یہ الیہ اب پوری دنیا کو معلوم ہے۔ دشمن ممالک ہماری ناکامی پر قیقہ ہے گا رہے ہیں۔ یقین مانیے! میرے پاس قلم کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ لکھنے کے سوا کوئی اور کام ڈھنگ سے آتا بھی نہیں ہے۔ ہاں! سچ لکھنے پر تو سات دہائیوں سے پابندی ہی چل آ رہی ہے۔ یہ کوئی ایک دوسال یا دو دھائیوں کا معاملہ نہیں، ستر برس کے ناکام سفر نے ملک کو دل میں غرق کر دالا ہے۔ جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ متنانت اور سنجیدگی تو نظام سے ختم کر دی گئی ہے۔ اب صرف برهنہ خواہشات ہیں اور ان کی تکمیل کے لئے طاقت کا نگاہ استعمال۔ یہی کہانی ہے، یہی سچ ہے۔ دوبارہ عرض کروں گا کہ یہ سب کچھ قیام پاکستان سے جاری و ساری ہے۔

جو لکھ رہا ہوں، اس میں کوئی بھی نئی بات نہیں جو آپ کو پہلے سے معلوم نہ ہو۔ مگر کیا کروں، در دل بھی رکھتا ہوں، اس ملک سے عشق کے سوا میرے پاس کوئی جذبہ نہیں ہے۔ کالم لکھنا بھی بند کرنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ جو لکھتا ہوں، وہ پچاس فیصد بھی چھپ نہیں پاتا۔ ایسا لگتا ہے کہ پورا نظام ہی مفلوج ہے۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ بریگیڈ یزرا یوب خان کو تقسیم بر صیر کے وقت مسلمان مہاجرین کی حفاظت سے پاکستان منتقلی کا کام سونپا گیا تھا۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ جب پنجاب میں خون ہی خون تھا، تو یہ شخص کہاں تھا؟ ان فسادات میں چودہ لاکھ کے قریب لوگ قتل ہوئے۔ مگر اس شخص کی تنگین لاپرواںی، غیر ذمہ داری بلکہ جرم کی کوئی انکواری ہی نہیں ہوئی تو سزا کیسے ملتی تھی۔ قیام پاکستان کے وقت سے ہی جب ایک درمیانے درجے کے افسر کے حوصلے اتنے بلند ہو جائیں، تو اسے نظام کو یہ غال بنا نے سے کون روک سکتا تھا۔ جزل ایوب خان کی حد درجہ مصنوعی اور مبالغہ آمیز ”ترقی“ نے پاکستان توڑ نے کی بنیاد رکھ دی تھی، موردا الزام یحیی خان ٹھہر، ہتھیار ڈالنے کا کنک جزل اے اے کے نیازی کے ماتھے پر لگا مگر سچ یہ ہے کہ سقوط ڈھاکہ کی بنیاد ایوب خان نے رکھی دی تھی، کیا کوئی اسے کٹھرے میں لے جانے کی جرأت کر پایا، جمود الرجن کمیشن بھی اسے زیر تفتیش نہیں لایا، شاید اس کے پاس اس کا مینڈیٹ ہی نہیں تھا۔ جو سرکاری ملازم، قائد اعظم کو یہ کہہ سکتا ہے کہ سر اسویلینز ملکی معاملات درست طریقے سے نہیں چلا پا رہے، تو اس کے لیے حلف اٹھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ابتداء سے ہی ملک کو درست ڈگر پر نہیں چلا یا گیا۔ خواص اس ملک کو اجوڑے کی طرح چلاتے رہے۔ اور یہ چلن آج بھی چل رہا ہے۔ کوئی سرکاری ادارے ہیں نہ اعلیٰ ترین عہدیدار نہ سیاست ہے اور سیاست داں، سب کا ہدف دولت کمانا ہے اور قانون سے بالاتر رہنا ہے، عام آدمی کو دبانا ہے۔ اس آئین کی پاسداری انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں کی۔ لوگوں کے بنیادی حقوق کو سلسلہ کرنے کی روایت، آئین کی منظوری کے چند گھنٹے بعد کی رہی۔ یا شاید چند دن بعد میں۔ بہر حال بنیاد کو ہی صحیح طریقے سے استوار نہیں کیا گیا۔ وہ لوگ اور جماعتیں شریک سفر ہی نہ تھیں، جو قیام پاکستان کو گناہ قرار دیتے رہے، وہ سب کو دھوکہ دے کر پاکستان کے اقتدار پر قابض ہو گئیں۔ اس نازک معاملے پر ہمارے ہاں کوئی سنجیدہ بات کرنے کے لئے تیار نہیں اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔ اس لئے کہ اس طبقے اور اس کے حاشیہ نشینوں کے سامنے پورا نظام بے بس ہے۔ کوئی ادارہ ان کے خلاف کوئی جائز اور قانونی قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔ احتساب کا ادارہ، کسی مذہبی جماعت کے قائد کو تفتیش کے لئے دفتر بلا نے کی بہت نہیں کر سکا۔ لہذا ریاستی ادارے شتر مرغ کی طرح، ریت میں سردا بکرسو گئے۔ معاملہ و یسے کاویسا ہی بربادی کی ڈگر پر چلتا رہا۔ اور پھر یہ دم پر دہیکی پر ایک اور منظر پیش کروادیا گیا۔ جس میں ہیر کو دن اور دن کو ہیر و بنادیا گیا۔ یہ ڈھانی سال قبل کی عرض داشت نہیں۔ یہ ستر برس سے ہورہا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے پاکستان اپنی جدوجہد سے بنایا تھا۔ انہیں غدار اور ملک دشنا کا خطاب تک دیا گیا۔ ملک کے آئینی سربراہان کی ملک بدری کو ایک معمول بنادیا گیا۔ جس سیاسی لیڈر نے تھوڑی سی بھی مراجحت کی، اسے نشان عبرت بنادیا گیا۔ یہاں یہ سوال بھی ہے کہ کیا ملک کے سارے وزراء اعظم ہی غلط تھے۔ دہائیوں سے یہ سن کر کان پک چکے ہیں کہ فلاں وزیر اعظم اور اس کے ساتھیوں نے ملک کو برباد کر دالا، فلاں کی آل اولاد ارب پتی ہو گئی ہے، یہ ذلت کا تمغہ صرف عوام کے وہلوں سے منتخب ہونے والے ہر روز یہاں عظم کے لئے کیوں مخصوص ہے؟ کیا انہیں تخت پر بٹھانے والے پھر اتارنے والے معصوم ہیں۔ نہیں صاحب! یہ تاںی دونوں ہاتھوں سے نہیں بلکہ کئی ہاتھوں سے بھتی ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ اس کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ ملک کی موجودہ سیاسی تاریخ میں البتہ یہ پہلی بار ہوا ہے کہ اداروں کی کشمکش، اندر وہی لڑائیاں اور آئین کی حدود سے باہر کام کرنے کی روایت کو سوچل میڈیا نے سب کے سامنے کھوں کر کھدیا ہے۔ آنے والے دور میں اس کے کیا اثرات ہوں گے۔ اس پر کچھ بھی عرض کرنا قبل از وقت ہے۔

سب کچھ ایک طرف، مگر جو سیاسی شعور اور آگاہی، نوجوان نسل کو حاصل ہو چکی ہے۔ شائد کا لفظ استعمال کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے تو ملک، خوشحالی اور ترقی کے مدار میں داخل ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ لیکن یہ سب کچھ نوجوان نسل کے لئے بے معنی ہے، ان میں سے اکثریت، اپنے مستقبل کو خود بہتر بنانا چاہتی ہے۔ مگر ملکی نظام ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ریاست کا سسٹم خاندانی سسٹم میں تبدیل ہو گیا ہے، طاقتوار متمول خاندانوں نے سسٹم کو یہ غال بنا کر عوام کے لیے ترقی کے موقع چھین لئے ہیں۔ اگر روز یہاں عظم کے بعد کسی نے اس کی جگہ سنبھالنی ہے تو وہ خاندان سے ہی ہوگا۔ آں شریف، آں زرداری، آں مفتی محمود اور آں ولی خان اس کی واضح مثالیں ہیں۔ نوجوان نسل کو تو شائد گورنر جزل غلام محمد، اور سکندر مرزا کانام تک معلوم نہ ہو۔ جنہوں نے اپنے اقتدار کی خاطر ہر وہ سازش کی، جس سے ملک کا شیرازہ بکھر نے کا آغاز ہوا۔ قیامت یہ بھی ہے کہ غلام محمد اور سکندر مرزا تو دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مگر ان کی سوچ آج بھی پورے نظام پر حکومت کر رہی ہے۔ اقتدار پر قبضہ کرنے سے لے کر اقتدار سے نکالنا، سب کچھ اب صرف اور صرف سازش کے ذریعے ممکن ہے۔ عام لوگ تو صرف تماشائی ہیں، ویسے ہی جیسے سرس دیکھنے والے شاائقین، ہاتھی کو سائیکل چلاتے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ واہ کیا کمال نظارہ ہے۔ مگر وہ نہیں دیکھ پاتے کہ ہاتھی کو سائیکل مجرموں میں چلانا پڑ رہا ہے۔ اس کے پیچھے ایک بندہ ہنڑے لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ بڑے جانور کو سیدھا کھا رکھتا ہے۔ شیر جیسے طاقتوار جانور کو آگ کے ہالے میں سے چھلانگ لگانے کے پیچھے بھی ایک سرس ماسٹر کا ڈنڈا ہوتا ہے جو شیر کو چوہا بنادیتا ہے۔ ہمارا ملک بھی ایک سرس ہے۔ جس میں ڈنڈے کے ڈر سے ایک پہی کی سائیکل چلا رہا ہے۔ ریچھ، چھوٹی سی ٹرین پر سفر کر رہا ہے، جادو گر منہہ سے آگ نکال رہا ہے۔ پتہ نہیں، ہمارے مقدار سے اس سرس نے کب ختم ہونا ہے۔ شاید کہی نہیں!